۷۸۶

سلسلہ نمبر ۳۲

قال اللہ تعالیٰ: أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَن بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ

ترجمہ: کیا جو شخص خدا کی مرضی کے تابع ہے اُس کے برابر ہے جو اللہ کا غضب لے کر لوٹا

نجاتِ دارین کا پروگرام

مرتبہ

احمد علی عفی عنہ

امیر شعبۃ التالیف والاشاعۃ لانجمن خدام الدین

دروازہ شیرانوالہ لاہور

محرم ۱۳۶۹ھ

مطبوعہ عام الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام حاجی برکت علی منیجر طبع ہوئی

تعداد ایک ہزار

ہدیہ تین آنے ۳ر

بار چہارم

تفصیل

مضامین نجات دارین

صفحہ

(۱) توجہ الی الآخرت ۳

(۲) تعلیم میں اصلاح کی ضرورت ۹

(۳) اقتصادی بد حالی کا علاج . . ۳۱

(۴) سیاسی راہنماؤں کے لئے راہِ عمل ۴۳

ALMARIFAT

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

برادرانِ اسلام - آج مبارک ماہِ رمضان کا جمعۃ الوداع ہے - میں چاہتا ہوں کہ اپنے معزز بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں چند ایسی ضروری معروضات پیش کر دوں - جنہیں توجہ سے سُن کر اگر عمل میں لائیں تو ان کے دونوں جہاں سنور جائیں - اے اللہ مجھے تادمِ زیست خلاص سے حق کہنے کی توفیق عطا فرما - اس کے بعد مجھے اور میرے بھائی بہنوں کو اسے عملی جامہ پہنانے کی بھی توفیق عطا فرما - تاکہ ہم سب تیرے دربار میں سُرخرو ہو کر جائیں - تیرے عتاب اور تیرے عذاب سے بچ کر تیرے معزز بندوں کی قیام گاہ یعنی جنت میں پہنچ جائیں -

آمین یا الٰہ العالمین

پہلی عرض آخرۃ کی طرف توجہ دلانا ہے

دُنیا کھیل اور تماشہ ہے

قَوْلُہٗ تَعَالٰی:- وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (عنکبوت رکوع ۷)

ترجمہ اور دنیا کی زندگی سوائے کھیل اور تماشہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور تحقیق آخرۃ کا گھر وہی اصلی زندگی ہے۔ کاش کہ یہ لوگ اس بات کو سمجھتے۔

اصلی ٹھکانا آخرۃ میں ہے

قَوْلُہٗ تَعَالٰی: يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ (مؤمن رکوع ۵)

ترجمہ اے میری قوم سوائے اس کے نہیں کہ یہ دنیا کی زندگی چند روزہ نفع اُٹھانے کا ایک سامان ہے۔ اور آخرۃ ہی اصلی ٹھکانے کی جگہ ہے۔

دنیا چند روزہ ہے

قَوْلُہٗ تَعَالٰی: وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا

ترجمہ یہ لوگ دنیا کی زندگی میں بڑے خوش ہو رہے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی زندگی آخرۃ

مَتَاعٌ (رعد رکوع ۳)	کے مقابلہ میں ایک چند روزہ سامان ہے۔

برادران اسلام۔ دنیا میں دو قسم کے آدمی آپ کو نظر آئینگے۔ ایک وہ جنہیں دنیا ہی مطلوب ۔ مقصود اور محبوب ہے۔ ان کے متعلق قرآن حکیم کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔

قولہٗ تعالیٰ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ (بقرہ۔ رکوع ۲۵)	ترجمہ لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں۔ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے۔ اور ایسے شخص کو آخرۃ میں کوئی حصہ نہیں ملیگا۔
قولہٗ تعالیٰ : مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل رکوع ۲)	ترجمہ۔ جو شخص فقط دنیا کا نفع حاصل کرنے کا ارادہ کریگا۔ ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے۔ جس کے واسطے چاہیں گے۔ فی الحال ہی دے دینگے۔ پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کرینگے۔ وہ اس میں بدحال راندۂ درگاہ ہوکر داخل ہوگا۔
قولہٗ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ	ترجمہ بیشک وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے۔ اور دنیا کی زندگی

اطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ○ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○

(یونس رکوع ۱)

پر راضی ہو گئے ہیں۔ اور اسی پر مطمئن ہو چکے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ انہیں لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ بسبب ان کاموں کے جو کرتے تھے۔

حاصل

ان آیات کا یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کو مقصود بنائینگے ان کا آخرۃ میں کوئی حصّہ نہیں ہوگا وہ ذلیل کرکے جہنم میں ڈال دئے جائیں گے۔

ان کے بالمقابل ایک دوسری قسم انسانوں کی ہے جو دنیا کی زندگی کو عارضی بے بقا اور فانی سمجھتے ہیں۔ اور اصلی مقصد آخرۃ کی زندگی کی کامیابی خیال کرتے ہیں۔ ان کے متعلق ارشادات الٰہیہ ملاحظہ ہوں

قولہ تعالیٰ: وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ سَرِيعُ

ترجمہ: بعض ان میں سے ایسے ہیں جو کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نیکی عطا فرما۔ اور آخرۃ میں بھی نیکی دلا۔ اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہیں اپنے کاموں کا حصہ ملیگا۔ اور

الحِسَابُ ۵ اللہ تعالیٰ جلدی حساب

(بقرہ : رکوع ۲۵ لینے والا ہے +

قَوْلُهٗ تَعَالیٰ: وَ مَنْ اَرَادَ ترجمہ اور جو شخص آخرۃ (کی کامیابی)
الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا کا ارادہ کرتا ہے - اور اس
سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ کے لئے کوشش کرتا ہے۔
فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ درآنحالیکہ وہ مومن ہو -
مَّشْكُوْرًا ؕ بس یہی لوگ ہیں جن کی
(بنی اسرائیل رکوع ۲) کوشش مقبول ہوگی +

قَوْلُهٗ تَعَالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ ترجمہ بیشک جو لوگ ایمان لائے
اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انہوں نے نیک کام کئے
يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ انہیں ان کا رب ان کے
بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مومن ہونے کے سبب سے
مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ (بہشت کی طرف) راہ دکھائیگا
فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ؕ اس کے نیچے نہریں بہتی
(یونس : رکوع ۱) ہونگی نعمت کے باغوں میں +

حاصل

یہ نکلا کہ جو لوگ آخرۃ کی کامیابی کو مقصود اور محبوب بنائینگے - انہیں ان کے اعمال صالحہ کی برکت سے آخرۃ میں حصہ ملیگا - ان کی کوشش مقبول ہوگی - اللہ تعالے انہیں ایمان کی برکت سے بہشت میں پہنچائیگا +

برادران ملت - میں نے دنیا کے طالب اور آخرۃ کے طالب دونوں کی زندگی کا طرز عمل اور دونوں کی

کارگذاریوں کے نتائج قرآن مجید میں سے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اب جدھر جس کا دل چاہے جائے۔ میری دعا تو یہی ہے کہ سب کو آخرۃ کا طالب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

طالب آخرۃ

کو نجات آخرۃ کے لئے اپنے اعتقادات درست کرنے اور عبادات کے بجا لانے کی اشد ضرورت ہے۔ اعتقادات درست کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ چونکہ قیامت کے دن کے تمام فیصلہ جات محض اللہ تعالےٰ نے کرنے ہیں۔ اس لئے دنیا میں رہتے ہوئے بھی دلی تعلق اور قلبی رابطہ فقط اللہ تعالےٰ سے قائم رکھے۔ باقی سب چیزوں سے اگرچہ رسمی اور ظاہرداری کے تعلقات رہیں۔ مثلاً سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو اپنا حاجت روا خیال نہ کرے۔ اپنی ہر ضرورت میں خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اسی کے دروازہ پر ہاتھ پھیلائے۔ اسی کے دروازہ پر چل کر جائے۔ جب تک کام نہ ہو۔ اس کا دروازہ چھوڑ کر کہیں نہ جائے۔ جب کام ہو جائے۔ تو شکریہ اسی کا بجا لائے۔ اللہ تعالےٰ کے سب فرشتوں کو بندۂ خدا مانے۔ اس کے پیغمبروں کو سچا جانے۔ اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے۔ انہیں اپنا مقتدیٰ بنائے۔ تمام گزشتہ

کتب سماوی کو سچا مانے۔ اور قرآن مجید کو خدا تعالےٰ کا آخری فرمان جانے۔ تقدیر الٰہی پر ایمان لائے۔ مرنے کے بعد اٹھنے کو صحیح مانے۔ ان اعتقادات کے بعد نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کو فرض جانے۔ ان عبادات کو پوری پابندی سے نباہے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کے عتاب اور عذاب سے بچ جائے +

دوسری عرض تعلیم میں اصلاح کی ضرورت

برادران اسلام۔ یہ ٹھیک ہے کہ جب تک انسان کو تعلیم نہ دی جائے وہ ایک طرح پر حیوان ہی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ نہ اسے اُٹھنے کی تمیز نہ بیٹھنے کی۔ نہ کھانے کی۔ نہ پینے کی۔ نہ بولنے چالنے کی۔ نہ بڑوں کا ادب ملحوظ رکھتا ہے۔ نہ چھوٹوں سے مروت کر سکتا ہے۔ دوسرے حیوانات کی طرح مار دھاڑ کر کھانا۔ ہر کمزور کو جبر پھاڑ کر اپنا لقمہ بناتا ہے اور اس قسم کی کئی کمزوریاں اور بد اعمالیاں ایک غیر تعلیم یافتہ انسان میں نظر آئینگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان کو لوازمات انسانیت سے آگاہ کرنے کے لئے تعلیم دی جائے مسلمان چونکہ دنیا کے ساتھ آخرۃ کی زندگی کا بھی قائل ہے اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان کو دو قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے۔ ایک تعلیم وہ جس سے کہ دنیا میں روٹی کمائے۔ یہی کمائی سے

اپنی اور اپنے متعلقین کی زندگی اچھے طریقہ پر گزارنے کی توفیق پائے۔ اس حصّہ تعلیم میں تجارت۔ زراعت صنعت و حرفت وغیرہ آجاتی ہے۔ ان ذرائع تعلیم کو تعلیم معاش کہا جائیگا۔ تعلیم معاش کی ضرورت سے کسی عقلمند کو انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر اسی تعلیم کو اپنے لئے کافی سمجھنا اور اسی حصّہ تعلیم پر مطمئن ہو کر سلسلہ تعلیم کو ختم کر دینا یہ پرلے درجہ کی نادانی ہے۔ اور نسل انسانی پر انتہائی ظلم ہے۔

اس تعلیم سے انسان زیادہ سے زیادہ حیوانی ضروریات کے پورا کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ رزق تلاش کر کے کھانا پینا۔ رہنے کے لئے ٹھکانا بنانا۔ نر مادہ کا مل بیٹھنا۔ بچے جننا بچوں کا پالنا پوسنا۔ بچوں سے محبت کرنا۔ اگر انہیں کوئی ستائے۔ تو اس سے لڑنا جھگڑنا۔ یہ تمام حیوانی افعال ہیں۔ معاف کیجئے گا۔ یہ کام تو کتّے اور گدھے بھی کرتے ہیں۔ اتنا فرق ضرور ہوگا۔ کہ دوسرے حیوانات پھوہڑ ہونگے۔ اور انسان ستھرا ہوگا۔ مثلاً ان میں سے درندے اپنا شکار چیر پھاڑ کر کچا کھا جاتے ہیں۔ یہ اپنا شکار پکا کر نمک مرچ مصالحہ وغیرہ ڈال کر کھائیگا۔ وہ زمین پر رکھ کر کھاتے ہیں۔ یہ چینی وغیرہ کے برتنوں میں ڈال کر کھائیگا۔ حیوانات سرسوں کے پتے کچے زمین پر رکھ کر کھا جاتے ہیں۔ اور انسان انہیں پتوں کو پکا کر نمک مرچ ڈال کر برتن میں

رکھ کر کھائیگا - وہ پہاڑوں کی غاروں میں رہتے ہیں - یا زمین کھود کر گڑھا بنا کر سردی گرمی سے بچتے ہیں - انسان خداداد عقل کے ذریعہ سے عمدہ عمدہ عالیشان مکان بنا کر سردی گرمی سے اپنے آپ کو بچا لیتا ہے - غرضیکہ ضروریات حیوانیہ کے ستھرے طریقہ پر پورا کرنے سے انسان ایک ستھرا حیوان تو کہا جا سکتا ہے - مگر اسے انسان کہنا انسانیت کی توہین ہے - محض ستھرے اور کتھرے کو دیکھا جائے - تو حیوانات میں بعض حیوان بڑے بڑے ستھرے آپ کو نظر آئیگے - مثلاً کوا غلاظت کھا سکتا ہے - مگر باز ہمیشہ گوشت کھاتا ہے - گدھا گندگی کھا سکتا ہے - مگر شیر ہمیشہ گوشت ہی کھائے گا - صنعت و حرفت میں بھی بعض پرندوں کو اللہ تعالےٰ نے ایسی عقل دی ہے کہ انسانی عقل محو حیرت ہو جاتی ہے - مثلاً بئے کا گھونسلا دیکھئے اپنی چونچ سے کس طرح ایک عجیب بنگلہ تیار کرتا ہے جس کے کئی دروازے اور اس میں کئی کمرے ہوتے ہیں - شہد کی مکھیوں کو دیکھئے - کہ کیسے عجیب حیرت انگیز تناسب سے اپنے چھتے میں خانے بناتی ہیں - حاصل یہ ہے کہ ضروریات معاشی کو عمدہ طریقہ پر پورا کرنے والی تعلیم انسان کے لئے کافی نہیں ہے - اور اس تعلیم سے انسان انسانیت کی صفات حمیدہ سے آراستہ نہیں ہو سکتا - انسان کو انسان بنانے والی

تعلیم فقط انبیاء علیہم السلام دیتے ہیں جس سے انسان کو بتلایا جاتا ہے۔ کہ اے انسان تجھے کس نے بنایا کیوں بنایا۔ تمہیں اس دنیا میں اس نے بنا کر کیوں بھیجا۔ تو یہاں کس کام کے لئے آیا ہے۔ تیری کامیاب زندگی کا معیار کیا ہونا چاہئے۔ تو دنیا سے رخصت ہو کر کہاں جائیگا۔ دنیا کے بعد تمہیں کیا حالات پیش آئینگے۔ ان حالات میں اپنے آپ کو تکالیف سے بچانے کے لئے تمہیں کیا تدبیر اختیار کرنی چاہئے۔ اور وہ تدابیر تمہیں دنیا میں کرنی ہوگی۔ اگر یہاں سے کوئی تدبیر کرکے جائیگا۔ تو وہاں آرام پائیگا۔ ورنہ تجھے دست حسرت ملنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور تیری ابد الآباد کی زندگی برباد ہوگی۔ جو تجھ پر رحم کرنے والا تھا۔ اس کی نافرمانی کے باعث وہ تجھ پر ناراض ہوگا۔ اور وہ تیری کوئی مدد نہیں کریگا۔ اور اس کے سوا اور کوئی مدد نہیں کرسکیگا +

موجودہ تعلیم کے نقائص

چونکہ سرکاری مدارس کے موجودہ نصاب تعلیم کا نصب العین فقط یہ تھا۔ کہ سرکاری نظام کے چلانے کے لئے ہر قسم کے ادنیٰ اور اعلیٰ کارکن مہیا کئے جائیں۔ اس لئے سرکاری درسگاہوں کے تعلیم یافتہ نوجوانوں سے

ALMARIFAT

علوم دینیہ کی واقفیت۔ اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شوق۔ تہذیب و تمدن اسلامی کے عملی احیاء کا ذوق۔ اسلام کے حفظ و بقا کے لئے دوڑ دھوپ کی توقع رکھنا یہ ایسی چیزیں ہیں جس طرح ایک شخص سراب سے آب کی توقع رکھے۔ بلکہ میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ طریقہ تعلیم میں بعض نقائص ایسے ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے اعلیٰ اخلاق پیدا ہونے کی بجائے اخلاق کے برباد ہونے کا خطرہ ہے۔ مثلاً نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا کالجوں میں اکٹھا تعلیم پانا۔ کنواری لڑکیوں کا بارسنگار کرکے عمدہ سے عمدہ لباس پہن کر نوجوانوں کی کلاسوں میں بیٹھنا۔ کیا ان طریقوں سے لڑکے اور لڑکیوں کے اخلاق خراب ہونے کا سخت خطرہ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ آپ مجھے یہ کہیں کہ مولوی صاحبان اسی قسم کے تنگ خیال اور تنگ ظرف ہوا کرتے ہیں۔ لہذا میں آپ کے سامنے تعلیم یافتہ حضرات کے خیال پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے آپ اندازہ لگا سکیں گے۔ کہ تعلیم یافتہ گروہ خود بھی اس تعلیم کے غیر مفید ہونے پر افسوس کے آنسو بہا رہا ہے۔

ملک الشعراء ڈاکٹر سر اقبال مرحوم و مغفور کے ارشادات

نوجوانوں کی تعلیم کے متعلق

پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق صفحہ ۶۵

این غلام ابن غلام ابن غلام حریت اندیشۂ او را حرام
مکتب از وے جذبۂ دین در ربود از وجودش این قدر دانم کہ بود
این ز خود بیگانہ این مست فرنگ نانِ جو می خواہد از دست فرنگ

پیام مشرق صفحہ ۱۶۹

اے کہ در مدرسہ جوئی ادب و دانش و ذوق
نخرد بادہ کس از کارگہ شیشہ گران

بالِ جبریل صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳

آہ مکتب کا جوانِ گرم خوں ساحرِ افرنگ کا صید زبوں
مرغ پر نارستہ چوں پرّاں شود طعمۂ ہر گربۂ درّاں شود

بالِ جبریل صفحہ ۱۸۰

چشم بینا سے ہے جاری جوئے خوں علم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں

بالِ جبریل صفحہ ۶۹

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الّا اللہ
خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لئے اب صلاح کار کی راہ

لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی کا فیصلہ تعلیم جدید کے متعلق

وضع و روش اطفال کی ہے قوم پر بار گراں
رسموں کا شکوہ اک طرف مذہب کا رونا اک طرف
کہتے ہیں لڑکے بھی مگر کالج سے فرصت ہے کہاں
یہ ساری باتیں اک طرف اور پاس ہونا اک طرف
پڑھے اس جا جہاں تاثیر ملت جا نہیں سکتی
بسے اس جا کہ آواز اذاں بھی آ نہیں سکتی
تمہیں کو ناز ہو اے نوجوانوں اس طریقہ پر
میری امید تو نغمہ خوشی کا گا نہیں سکتی

بے نظیر شہادت

میرے خیال میں نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ اپنے دونوں بزرگوں کی بے نظیر شہادت کی قدر کریگا۔ اور اس پر مہر تصدیق لگائیگا۔ اور اس امر کو بطیب خاطر تسلیم کریگا۔ کہ تعلیم جدید نوجوان کو مذہب و ملت سے دور ہٹا رہی ہے۔ خدا تعالےٰ سے منقطع کرا رہی ہے۔ آخرت کے خوف کو دل سے محو کر رہی ہے۔ اسلام اور حاملین اسلام کی وقعت اور عزت دل سے نکال رہی ہے۔ خدا کے لئے جینا خدا کی راہ میں

مرنا جو مسلمان کا امتیازی نشان تھا۔ نوجوان مسلمان اس حیات ابدی کے راستہ سے ہٹتا جاتا ہے۔ اگر نوجوان مسلمان کے خون میں حمیت اسلامی کی حرارت نہ رہی۔ پھر اندازہ کیجئے کہ ہندوستان میں اسلام اور مسلمان کی کیا حالت ہوگی۔

علاوہ اور خرابیوں کے اس تعلیم کی بدولت قوم میں سخت بیکاری پیدا ہو گئی ہے۔ جس کا نتیجہ مہلک افلاس کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے۔

ایک آسامی کیلئے پانچ ہزار درخواستیں

اسمبلی چیمبر کے واچ اینڈ وارڈ آفیسر کو اسسٹنٹ کی ضرورت تھی۔ جس کے متعلق اشتہار دینے کے نتیجہ پر پانچ ہزار افراد کی درخواستیں موصول ہوئیں۔

چھ آسامیوں کیلئے دو ہزار امیدوار

جی۔ آئی۔ پی ریلوے کے ایک دفتر میں بیس اور تیس روپے ماہوار کے مشاہرہ کی چھ آسامیاں خالی ہوئیں۔ ان کو پر کرنے کے لئے دو ہزار امیدواروں کی درخواستیں موصول ہوئیں۔

ان اعداد و شمار سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس تعلیم جدید نے ہمارے نوجوانوں کو دنیاوی نقطۂ نگاہ سے بھی بجائے نفع کے نقصان زیادہ پہنچایا ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوان کو معمولی محنت و مزدوری

کرکے کما کر کھانے سے عار ہے۔ اور ٹھنڈی جگہ کرسی پر بیٹھ کر روٹی کمانے کے لئے سرکار کے پاس کوئی موقع ہی نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان بچارا آخرت سے بے خبر اور دنیا میں بے کار اور مفلوک الحال ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے حال پر رحم کرے۔ اور اس کے ماں باپ کو توفیق دے کہ بجائے تعلیم جدید کے اسے تجارت یا صنعت و حرفت کی طرف بچپن سے توجہ دلائے۔ تاکہ آخرۃ کے لئے سعادت کا سرمایہ جمع کرکے لے جائے۔ اور دنیا میں عزت سے روٹی کما کر کھائے۔ میرے معزز بھائیو۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ دلّی کا مسلمان زیادہ تر تجارت پیشہ ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ لاہور کے مسلمانوں سے زیادہ دیندار اور دین الٰہی کا خدمتگذار واقع ہوا ہے۔ چنانچہ دارالسلطنت پنجاب لاہور میں عربی کا ایک مدرسہ بھی قومی چندہ پر ایسا نہیں چل رہا۔ جس طرح کہ کئی بڑے بڑے عربی مدرسے دلّی والوں کی توجہ خاص سے چل رہے ہیں۔ اس دینی خدمت کی برکت سے انہیں اللہ تعالےٰ نے اتنا سرمایہ اور اتنی دولت دی ہے کہ دلّی کا مسلمان جائداد غیر منقولہ اور کاروبار میں ہندو کے ساتھ پوری ٹکّر کھاتا ہے۔ لاہور کے مسلمانوں کی طرح ہندو کے قرضہ میں جکڑ بند نہیں ہے۔ خدا کے فضل سے وہاں کے مسلمانوں کی دنیاوی حالت بھی سنوری

ہوئی ہے۔ اور دین الٰہی کی خدمت کے باعث آخرت بھی سنور رہی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میری صدا بصحرا ثابت نہ ہوگی۔ اور اپنے بچوں کے مستقبل کو آئندہ تباہی سے بچانے کی کوشش کی جائیگی+

تعلیم جدید کے زہر کا تریاق

عموماً دیکھا جاتا ہے۔ (الّا ماشاء اللہ) کہ تعلیم یافتہ طبقہ سکولوں اور کالجوں سے مندرجہ ذیل قبائح میں مبتلا ہو کر نکلتا ہے۔ خدا تعالےٰ سے نہ ڈرنا۔ مذہب کی پرواہ نہ کرنا۔ بلکہ مذہب پر مذاق اُڑانا۔ حامیین مذہب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا۔ باوجود کلمہ گو ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت۔ سیرت۔ وضع وقطع۔ غرضیکہ آپ کے ہر قسم کے طرز معاشرت سے نفرت کرنا۔ کیا یہ چیزیں ایک مسلمان کے حق میں مہلک نہیں ہیں؟ اور کیا ایسے خیالات کا انسان دربار الٰہی میں عزت کی نظر سے دیکھا جا سکتا ہے؟

میرے معزز بھائیو۔ یہ ساری خرابیاں دراصل تعلیم جدید اور سکولوں کے بے دین ماسٹروں اور کالجوں کے بے دین اور لامذہب پروفیسروں اور پرنسپلوں کی صحبت کا نتیجہ ہیں۔ اس زہر کا تریاق تعلیم قرآن مجید ہے۔ اگر آپ اس تعلیم جدید کے

ساتھ ساتھ بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم کسی عالم باعمل سے دلاتے رہیں۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ یہ خرابیاں ہرگز پیدا نہیں ہونگی۔ فاعتبروا یا اُولِی الاَبْصَار

عورتوں کی تعلیم

میرے معزز بھائیو اور بہنو۔ اس نظریئے سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ جس طرح مرد کے لئے تعلیم ایک ضروری چیز ہے۔ اسی طرح عورت کے لئے بھی تعلیم ایک اشد ضروری چیز ہے۔ البتہ دونوں کی تعلیم میں امتیاز ہونا چاہئے۔ مرد کو وہ تعلیم دی جائے۔ جو اُس کے فرائض حیات میں ممد و معاون ہو۔ تاکہ تعلیم یافتہ ہونے کے باعث اپنے فرائض زندگی کو اچھی طرح سے سمجھ سکے۔ اور انہیں نہایت عمدگی سے انجام دے سکے۔ اور عورت کے لئے وہ تعلیم مناسب ہے۔ جو اسے اپنے فرائض حیات سے آگاہ کرے۔ اور تعلیم کی بدولت خوش اسلوبی سے اپنی ذمہ واریوں کو نباہے۔ اور دنیا میں عزت وآرام پائے۔

مرد عورت کا اکٹھا رہنا اور باہمی تقسیم فرائض

برادران اسلام۔ خالق الخلق مالک الملک عز اسمہٗ

وجلّ مجدہٗ نے مرد اور عورت کی فطرۃ میں باہمی کشش رکھی ہے۔ اس کشش کے باعث یہ ایک دوسرے سے جدا رہ ہی نہیں سکتے۔ اور اس کشش طبعی کے باعث جب مل کر رہیں گے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ کہ اولاد پیدا ہو۔ معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے باہمی یہ کشش اسی لئے رکھی تھی۔ تاکہ اس سے نسل انسانی بڑھتی اور پھلتی پھولتی رہے۔ اور باہمی میل جول سے اولاد فقط عورت کے پیٹ سے پیدا ہو گی۔ اور اور اولاد جننے میں عورت کو طرح طرح کی دقتیں پیش آتی ہیں۔ ابتدائی ایام حمل میں اس کی طبیعت خراب۔ اس کا دل پریشان اس کی صحت کمزور رہتی ہے۔ جب اس مرحلے سے گزر جاتی ہے۔ تو پھر بچے کا پیٹ میں بوجھ اُس کی پریشانی اس کی صحت کی کمزوری کا باعث بن جاتا ہے۔ پھر جب بچہ جنتی ہے تو دردِ زہ سے نڈھال اور بدحال ہو جاتی ہے بچہ جننے کے بعد کئی دن تک نفاس کا خون خارج ہوتا رہتا ہے۔ وہ اسے نڈھال کر دیتا ہے۔ بدن سے خون نکل جانے کے باعث یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ مردہ قبر سے اُٹھ کر آیا ہے۔ ان تمام تکلیف دہ اور ہوش رُبا مرحلوں کے طے ہونے کے بعد اب بچے کی پرورش اُسے کرنی پڑتی ہے۔ تقریباً دو سال تک اس کی خدمتگذاری میں عورت کے صرف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو منظور ہے تو اس بچے سے فارغ ہونے کے بعد دوسرے کی آمد

شروع ہو جائیگی - جب یہ ساری مصیبتیں عورت نے مرد کے سبب سے جھیلیں ہیں - اب آپ کیا چاہتے ہیں - کہ مرد عورت کو ان مصیبتوں میں مبتلا کر کے بالکل آزاد ہو جائے - اور عورت بیچاری گھر سے نکل کر کمانے کے لئے جائے - اور نوکری کر کے اپنے خورد و نوش وغیرہ ضروریات زندگی کے لئے پیسہ بھی خود کما کر لائے - اور پھر مرد کے گھر میں بیٹھ کر اپنی کمائی کھائے - کیا یہ عورت پر ظلم نہیں ہے اور کیا انصاف کا تقاضا یہ نہیں ہے - کہ چونکہ عورت کی ان تمام مصیبتوں کا مرد ہی باعث بنا تھا - اس لئے اسے مجبور کیا جائے - کہ تم جاکر کماؤ - اور عورت کی تمام ضروریات کو پورا کرو - یہی وجہ ہے - کہ تمام ملل و مذاہب ہیں اور تمام اقوام عالم میں مرد اور عورت کے باہمی گھر بنانے کا قانون بصورت نکاح رائج ہے اور نکاح کے بعد مرد عورت کی ضروریات کا کفیل ٹھہرایا جاتا ہے - اور یہی فطرتی طریقہ ہے *

عورت کی تعلیم کی نوعیت

تحریر سابق سے جو عورت کا فرض حیات متعیّن ہو چکا ہے - اب اسے ایسی تعلیم دینی چاہیئے - جس سے وہ اپنے خاوند سے عمدہ طریقہ سے زندگی بسر کرے سلیقہ شعار ہو کہ گھر کو اچھی طرح سے چلا سکے - کفایت

شعار ہو۔ کہ قلیل آمدنی پر بھی گذارہ کر سکے۔ سینا پرونا جانتے۔ کھانا پکا سکے۔ تاکہ ہر وقت نوکروں کی محتاج نہ ہو۔ بچوں کی تربیت کے اصول سے واقف ہو۔ لکھنا پڑھنا اسے سکھایا جائے تاکہ گھر میں آمدنی اور خرچ کا حساب رکھ سکے۔ اس کے علاوہ اسے دین کی تعلیم دی جائے۔ تاکہ خدا تعالےٰ سے ڈرے فکر عاقبت کرے۔ نیکیاں جمع کر کے جہنم سے اپنے آپ کو بچائے۔

برادران اسلام یہی وہ تعلیم تھی۔ جو آج کل کے دور سے پہلے ہمارے گھروں میں ہماری ماؤں بہنوں کو دی جاتی تھی۔ اس موزوں اور مناسب حال تعلیم کی بدولت ان کی اپنی زندگی بھی عمدہ گزرتی تھی۔ اور خاوندوں کے لئے بھی باعث صد راحت و فرحت ہوتی تھیں۔

آج کل کی تعلیم

جو سکولوں اور کالجوں میں دی جاتی ہے۔ وہ خلاف فطرت ہے۔ خلاف فطرت ہونے کے باعث وہ مہلک نتائج نکل رہے ہیں۔ جس سے علمائے کرام تو بجائے خود رہے۔ خود مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ چلا اٹھا ہے۔ چنانچہ ان کے خیالات اس تعلیم کے متعلق ملاحظہ ہوں۔

اشعار نفیس خلیلی بی۔ اے امرتسری صاحب:۔

خطرناک تعلیم ہے ہوش کیجئے ۔۔۔ یہ کاریوں کو نہ یوں مول لیجئے
مجھے اسوۂ فاطمہ کی قسم ہے ۔۔۔ وہ آتش ہے اخلاق جس سے بھسم ہے
ہیں پُرعیب حجت مری عیب جوئی ۔۔۔ تمہاری طرح بھی نہ غافل ہو کوئی
حکومت کے ہمراہ مذہب بھی چھوڑا ۔۔۔ تھا ناموس باقی، سو یوں اسکو پھوڑا

یہی ہے جو تعلیم نسواں تمہاری ۔۔۔ یہی ہے جو ابلیس کی پاسداری
یہی ہے جو انداز غفلت شعاری ۔۔۔ تو آگاہ رہنا اجل کی ہے باری
وہ بدنام جلوہ گری کالجوں کی ۔۔۔ مسلمان لڑکی، پری کالجوں کی
جو گھر سے چلی ایک فتنہ بپا ہے ۔۔۔ چکا چوند میں اک جہان مبتلا ہے
نمائش کی خاطر وہ صورت چھپانا ۔۔۔ وہ مصنوعی انداز میں شرم کھانا
نگاہیں لڑانا ادائیں دکھانا ۔۔۔ یہی ہے نئی روشنی کا زمانا
اسے آپ دورِ ترقی کہیں گے ۔۔۔ غضب ہے یہ کنٹک عفیفے رہینگے

سکولوں میں یوں بھیجنا ناروا ہے ۔۔۔ کھلی صنف نازک کے حق میں دغا ہے
نہیں ہیں اگر حمل و اغوا گوارا ۔۔۔ تو اسکول و کالج سے کیجئے کنارا
ان آتشکدوں میں گراؤ نہ اس کو ۔۔۔ یہ اہل جناں ہے جلاؤ نہ اس کو

پردہ اور تعلیم کے متعلق برادر مکرم ابوالاثر خانصاحب حفیظ جالندھری کی نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

آنکھیں ہیں تو دیکھو صورت حالات کو ۔۔۔ گوشِ ہوش سے سن لو سمجھ لو بات کو
دیکھتے ہو ملک میں قوموں نے کیا بدلا ہے رنگ ۔۔۔ ہو گیا نذر ترقی دامن ناموس و ننگ
کس طرف لے جا رہی ہے ہم کو تہذیب جدید ۔۔۔ پردہ رہنے کی نظر آتی نہیں کوئی امید

یہ ہماری مائیں بہنیں اور بیوی بچیاں ہم سمجھتے ہیں انہیں اتنا مقدس بے گمان
اس قدر پاک و مقدس اتنی محبوب عزیز جس قدر عورت کی عفت سے نہیں ہے کوئی چیز
ہم بچانا چاہتے ہیں ان کو چشم غیر سے کیونکہ ہم واقف ہیں اس دنیا کے شر و خیر سے
یہ نمائش جس پہ اس دنیا کے لوگوں کو ہے غرور دختران ملت اسلام ہیں اس سے نفور
ہم نہ لائینگے انہیں اس امتحان کی راہ میں دل کے ٹکڑوں کو نہ رکھینگے نمائش گاہ میں
اب مسلمانوں میں بھی نکلے ہیں کچھ روشن خیال جنکی نظروں میں حجاب صنف نازک ہے وبال
چاہتے ہیں ماؤں بہنوں کو یہ عریاں دیکھنا محفلیں آباد لیکن گھر کو ویران دیکھنا
بادۂ تعلیم مغرب سے جو ہوتے ہو خراب کیا تمہیں مسرور کر سکتی نہیں ام الکتاب

ملک میں تعلیم موجودہ کا جو آئین ہے دختران ملت بیضاء کی یہ توہین ہے
ہو چکا اب تک جو فرزندان ملت کیلئے وہ بہت کافی ہے اس ملت کی ذلت کیلئے
کر دیا لڑکوں کو تم نے اس قدر روشن خیال دیدۂ افلاس کی زینت ہے اب انکا جمال
تم نے جن آقاؤں کا ان کو بنایا تھا غلام اب وہ آقا بھی نہیں لیتے غلاموں کا سلام
کیا یہی تعلیم دو گے دختران قوم کو کیا اسی الجھن میں الجھاؤ گے جان قوم کو
کیا خدا کے فضل سے بھی ہو چکے ہو نا امید کیا پیمبر سے بھی اب ملتی نہیں تم کو نوید

دوستو اللہ کا پیغام زندہ ہے ابھی
مر رہے ہو تم مگر اسلام زندہ ہے ابھی

لسان العصر اکبر الہ آبادی مرحوم

خدا کے فضل سے بی بی میاں دونوں مہذب ہیں
حجاب اس کو نہیں آتا - انہیں غصہ نہیں آتا
تعلیم دختران سے یہ امید ہے ضرور
ناچے دلہن خوشی سے خود اپنی برات میں

تعلیم یافتہ ہوں اور نیک بخت بھی ہوں
تم سے رہیں ملائم شیطان پر سخت بھی ہوں
قرآن ہی کریگا ان بی بیوں کو پیدا
پاکیزہ تخم جب ہوں۔ عمدہ درخت بھی ہوں
وما علینا الا البلاغ

آنچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از ہزار رسوائی

امریکہ کا مشہور مصنف ول ڈورانٹ ایک جگہ لکھتا ہے:۔

"کسب معاش کے میدان میں عورت کے قدم رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ گھریلو زندگی تباہ ہوگئی۔ رفتہ رفتہ عورت کے فطری مشاغل اس سے چھین لئے گئے یہاں تک کہ "گھر" میں کوئی دلچسپی باقی نہ رہی۔ اور عورت خود بے حیثیت اور پراگندہ خاطر ہوکر رہ گئی۔ جب "گھر" اجڑ گیا وہ گھر جہاں کام کی رونق رہتی تھی۔ اور زندگی بسر ہوتی تھی تو مرد و عورت دونوں نے اُس کو خیرباد کہا اور اس طرح گھر کا وہ امن چین جو دس ہزار سال قبل قائم ہؤا تھا۔ ایک ہی نسل کے ہاتھوں برباد ہوگیا"
(از اخبار الصدق لکھنؤ یکم اکتوبر ۳۹ء)

جرمنی کی عورتوں کو حکم

زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کرو

برلن ۴ ستمبر گیسٹاپو کے چیف ہملر نے جرمنی کی تمام

عورتوں کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کریں۔ خواہ ان کی شادی ہوئی ہو یا نہ۔ احکام کی خلاف ورزی کرنے والے کو غداری کرنے کے جرم میں سزا دی جائے گی۔" (ملاپ ۶ر ستمبر ۱۹۴۱ء)

"یہ یقینی ہے، کہ امریکہ میں اب بھی بہت بڑی تعداد انہیں لوگوں کی ہے، جو سمجھتے ہیں کہ عورت کا دائرہ عمل گھر کے اندر ہے۔ اور عجب نہیں کہ ہٹلر اور مسولینی کے ان احکام نے کہ عورت کے لئے کوئی مقام پبلک زندگی میں نہیں بلکہ صرف خانگی زندگی میں ہے۔ امریکہ کے باہر کی دنیا کو بھی چپکے چپکے متاثر کر لیا ہو۔" (صدق یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء)

روشن خیالوں کی "رجعت" - ڈاکٹر میر بن، اے، میکنزی اپنے ایک مقالہ کے آغاز میں لکھتی ہیں:-

یہ بات بارہا میرے تجربہ میں آچکی ہے کہ جو عورتیں زیادہ بچے بچیاں رکھتی ہیں، وہ یہی نہیں کہ نسبتاً زیادہ سمجھ دار ہوتی ہیں، بلکہ عموماً کہیں زیادہ مطمئن زندگی رکھتی ہیں، اور کہیں زیادہ کمسن معلوم ہوتی ہیں، بمقابلہ اُن عورتوں کے جو بے اولاد ہوتی ہیں۔ اور جنہیں دنیا سے کوئی حقیقی وابستگی نہیں ہوتی۔ (ہندو ۲۰۔ اگست ۱۹۳۹ء)

افزائش نسل کے ماسوا عورت کا اور کوئی کام نہیں ہے

انطونی - ایم - لیوڈو وسی اپنی کتاب " وومن
(WOMAN: A VINDICATION)
میں لکھتا ہے :-

چونکہ عورت از سر تاپا واضح طور پر زندگی اور اس کی افزائش کے کار و بار میں غرق ہے ..... اس لئے تمام وہ لوگ جو اُسے یہ سکھاتے ہیں کہ کوئی اور کاروبار اس کا حقیقی کاروبار ہے - تمام وہ لوگ جو اُسے ایسی کہانیاں سنا سنا کر پریشان کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ سچی نسوانیت حیات اور افزائش حیات سے دور کوئی چیز ہے - تمام وہ لوگ غرضیکہ جو اُسے پھسلانا چاہتے ہیں انبساط - اطمینان اور راحت و آرام کے وعدے دے دے کر ایسی صورت میں کہ اُسے مرد اور بچے کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا نہ پڑے - ایسے تمام لوگ جھوٹے ہیں غیر مآل اندیش اور مجرم "

تعلیم یافتہ عورت گھر کے کام کی نہیں رہتی

ایک بلند پایہ ہندو خاتون مضمون نگار نالیما دیوی انگریزی روزنامہ سٹیٹسمین میں " تعلیمیافتہ " بیویاں "

کے عنوان کے تحت یوں رقمطراز ہے :-

خلاصہ یہ ہے کہ اس ملک میں اکثر لوگ شادی شدہ عورتوں کی تعلیم کو خوشگوار مناکحت کا کفیل سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مناکحت کی کامیابی محض تعلیمیافتہ ہونے یا نہ ہونے پر منحصر نہیں ہوتی۔ ... کچھ عجیب بات ہے کہ ہندوستان میں خود بھی تعلیم اوسط درجہ کی کالج کی لڑکی کی قدر و قیمت کو بحیثیت مرد کی رفیق حیات کے گرا دیتی ہے۔ اچھی خانہ داری کی تربیت گاہ کے لحاظ سے ہمارے سکول اور کالج معیار سے بالکل گر جاتے ہیں۔ کتب بینی کا ایک نتیجہ ہونے کی حیثیت سے تعلیم یافتہ بیوی سے جب ایک گھر چلانے کا تقاضا ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بالکل بیکار پاتی ہے .... جب وہ امتحان پاس کر لیتی ہے تو جسمانی طور پر اُس کی طاقت ختم ہو چکتی ہے اور باطنی طور پر وہ چھچھوری اور نمائش پسند بن جاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں ہندوستان میں اوسط درجہ کی کالج کی لڑکی کو خانہ داری کے قابل بنانے میں ممد و معاون نہیں ہوسکتیں۔

یہ تمام نتائج غلط تعلیم کے ہیں .... یونیورسٹی کی کی ڈگری حاصل کرنے پر بہت زیادہ توجہ نوجوان خواتین کو زندگی کے حقائق سے دور اور سطحی ذہنیت کی کیچڑ میں لے جا رہی ہے۔

ایک خطرناک نتیجہ

عورتوں کی موجودہ تعلیم سے ایک خطرناک نتیجہ برآمد ہونا شروع ہوگیا ہے۔ اگر اس میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی۔ تو ہماری قوم نہ دنیا میں عزت پانے کے قابل رہے گی۔ اور نہ آخرت میں نجات حاصل کرنے کی مستحق ہوگی۔ وہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنی لڑکیوں کو تعلیم جدید دلاتے ہیں۔ ان میں سے بہت ہی کم ایسے ہوں گے۔ جو تعلیمی ڈگری کو محض اعزازی طور پر حاصل کرا کر اپنی بیٹی کو گھر میں بٹھاویں۔ ورنہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اس غرض سے تعلیم دلاتے ہیں۔ تاکہ لڑکی تعلیم پاکر ملازمت کرے اور اپنی قابلیت سے روپیہ کما کر لائے۔ جب لڑکی اپنی گذر اوقات کے لئے کافی روپیہ لائے گی۔ تو اُسے کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ کسی مرد کی پابندی اور قید میں رہے ضروریات زندگی ہی کی خاطر تو عورت مرد کے گھر میں مقید رہتی ہے۔ اس تخیل کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایسی لڑکیاں مجرد رہنے کو پسند کریں۔ اور نکاح سے نفرت کریں۔ چنانچہ یہ چیز مسلمان تعلیمیافتہ لڑکیوں میں آرہی ہے۔ اس تجرد کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کیا خدا تعالےٰ کا قانون بدل جائیگا۔ کہ عورت اور مرد میں طبعی کشش ہے۔ اور ایک دوسرے کے سوا زندگی بسر

کرہی نہیں سکتے۔ اگر قانون الٰہی بدل نہیں سکتا۔ تو پھر بتلایئے۔ تو ان بے نکاح رہنے والی ملازمت پیشہ خوش خوراک اور خوش پوشاک بی بیوں کا طرز معاشرت کیا ہوگا؟

دوسری صورت بھی خطرناک ہے

اگر نکاح کر بھی لیں۔ مگر پیشہ اپنا ملازمت ہی رکھیں۔ یہ صورت بھی عام حالات میں عورتوں کے لئے خطرناک ہوگی۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ میاں بیوی ایک ہی جگہ ملازم ہوں۔ اس لئے میاں کہیں ہوگا۔ اور بیوی کہیں ہوگی۔ اور اکثر ایسا ہوگا۔ کہ یہ عورت جہاں جائیگی۔ وہاں بالکل تنہا اور اجنبی ہوگی۔ مثلاً کہیں لیڈی ڈاکٹر ہوکر گئی۔ کہیں کالج کی پروفیسر ہوکر گئی۔ اس اجنبی شہر میں علیحدہ مکان لے کر اکیلی رہے گی خوراک عمدہ اور لباس قیمتی اور تنہائی جہاں نہ ماں نہ باپ نہ خاوند نہ بھائی۔ اس زندگی کو کوئی شریف ماں باپ اور غیور خاوند تو برداشت نہیں کرسکتا اسی لئے تو حفیظ صاحب نے فرمایا ہے ؎

اس قدر پاک و مقدس اتنی محبوب و عزیز
جس قدر عورت کی عفت ہے نہیں ہے کوئی چیز
ہم بچانا چاہتے ہیں اِن کو چشمِ غیر سے
کیونکہ ہم واقف ہیں اس دُنیا کے شر و خیر سے

یہ نمائش جس پہ اِس دُنیائے نَو کو ہے غرور
دخترانِ ملّتِ اسلام ہیں اس سے نفور
اے اللہ کے بندو۔ خدا سے ڈرو۔ اور ہوش سے کام لو۔

تیسری عرض اقتصادی بدحالی کی اصلاح

ہماری اقتصادی بدحالی میں زیادہ تر دو چیزوں کا دخل ہے۔ ایک ہندوانہ رسم و رواج اور دوسری تمدن یورپ کی دلدادگی۔

مسلمانوں میں ہندوانہ تمدّن

ہندوستانی مسلمانوں کا موجودہ تمدّن زیادہ تر ہندوؤں سے آیا ہوا ہے۔ اس کا سبب تلاش کیا جائے۔ تو دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ سوائے سادات کرام۔ صدیقی۔ فاروقی یا عباسی وغیرہ حضرات کے جو اپنا نسب نامہ سرزمین مقدس حجاز سے وابستہ کرتے ہیں۔ باقی سب مسلمان ہندوستان کی پیداوار ہیں۔ در اصل یہ لوگ ہندو تھے۔ بعد میں مسلمان ہوئے۔ مگر قرآن مجید اور سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تعلیم نہیں پائی۔ جس طرح کہ میرے ہاں جمعہ کے دن بعض اوقات ہندو مسلمان ہوتے ہیں۔ میں انہیں کلمہ وغیرہ پڑھا کر اور ان کے نام تبدیل کرکے انہیں مسلمان ہونے کی سند دے دیتا ہوں۔

اور وہ اپنے آپ کو مسلمان خیال کرکے چلے جاتے ہیں حالانکہ انہیں کسی قسم کی اسلامی تعلیم نہیں دی جاتی۔ علیٰ ہذا القیاس ہندوستان کی آبادی کا اکثر حصّہ ہندوؤں سے نکل کر حلقہ بگوش اسلام ہوا ہے۔ اور تعلیم کتاب و سنت سے بے بہرہ رہا ہے۔ نام کا وہ مسلمان ہے۔ اور رسم و رواج۔ عادات و اطوار شادی غمی وغیرہ میں سب ہندوانہ رسمیں ادا کرتا ہے۔ مثلاً شادی کے موقعہ پر مسلمانوں کے ہاں جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ زیادہ تر ہندوؤں کے تمدن کی یاد تازہ کرتا ہے۔ ڈھولک بجانا۔ تیل۔ مہندی۔ گانا۔ گھوڑی۔ سہرا باجے بجانا۔ آتشبازی چلانا۔ جہیز پھیلا کر کنبے اور محلے والوں کو نام و نمود کے لئے دکھانا۔ لڑکی کی رخصتی کے وقت اس کی ڈولی پر پیسوں کا مینہ برسانا۔ علیٰ ہذا القیاس اور کئی رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ حالانکہ یہ سب ہندوؤں سے لی ہوئی ہیں۔ شادی کے سارے سلسلے میں فقط ایک چیز اسلامی ہے۔ خطبۂ مسنونہ پڑھ کر میاں بیوی سے ایجاب و قبول کرانا۔ اور یہ کام پانچ منٹ میں ختم ہو جاتا ہے۔ اگر آپ غور کرکے دیکھیں گے۔ تو مرنے کے بعد بھی جو کچھ مسلمان کرتا ہے۔ وہ چیزیں بھی زیادہ تر ہندوؤں سے ہی لی ہوئی ہیں۔ فقط بلقیس کے تخت کی طرح ذرا سا ان کا رنگ و روپ بدل دیا گیا ہے۔ مثلاً ہندوؤں کے ہاں مردے کے تیسرے دن پھُل چنے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کے ہاں قتل کئے جاتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں مُردے کا اکٹھ کیا جاتا ہے۔ جس میں برادری ساری کھانے پر بلائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے ہاں اس کی نقل چالیسواں ہے۔ جس پر برادری کو پُرتکلف دعوت کھلائی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور کئی مذہبی رسوم مسلمانوں میں آپ دیکھینگے۔ جن کی اصل کرید کرینگے تو ہندوؤں سے ملینگی۔ مثلاً شب براۃ کی چراغاں میں ہندوؤں کی دیوالی کی نقل اتاری جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو تاریخ کا علم نہ ہو۔ تو وہ ہرگز یہ فرق نہیں کرسکتا کہ آج کی رات دیوالی ہے یا شب براۃ ہے۔ مسلمانوں کا تعزیہ نکالنا ہندوؤں کے دسہرہ کی نقل ہے۔ مسلمانوں کے عرس ہندوؤں کے سرادوں کی نقل ہیں۔ سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اپنے پڑدادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کبھی عرس نہیں کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کبھی عرس نہیں کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس سالانہ کیا نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا عرس کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ۔ اس کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اس کے بعد آئمہ کرام کے زمانہ میں بھی اس کی کوئی اصل

نہیں ملتی۔ تو یہ چیز کہاں سے آگئی۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ ہندوؤں میں مرنے والوں کا ہر سال سراد کیا جاتا ہے۔ تب معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ عرس در اصل سراد کی نقل ہے۔ اور اب یہ عرس مبتدعین کے ہاں جزو ایمان ہے۔ جو عرس کا قائل نہ ہو۔ وہ وہابی یعنی دین کا دشمن ہے۔ جو عرس کرے یا کرائے۔ یا کرنے میں مدد دے۔ تو وہ پکا مسلمان اور سنی ہے۔ خواہ نماز نہ پڑھے۔ روزہ نہ رکھے۔ جو فرض ہے۔ ادا نہ کرے۔ زکوٰۃ فرض ہو تو نہ دے۔ اور جو عرس کا قائل نہیں ہے۔ وہ خواہ نماز پڑھے روزہ رکھے۔ زکوٰۃ دے۔ حج کر چکا ہو۔ مگر وہ بایں ہمہ وہابی ہے۔ بے ایمان ہے۔ اس سے سلام دکلام تقویٰ کے خلاف ہے۔ سلام کہے۔ تو جواب نہ دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ ان معدودے چند مثالوں سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ جن چیزوں کو اسلام کے نام سے کیا جاتا ہے۔ وہ زیادہ تر ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَعِذْنَا مِنْہُ وَجَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ اٰمِیْنَ یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ

تمدن یورپ کی دلدادگی

برادران اسلام! مسلمانوں کی اقتصادی بد حالی کا ایک سبب تو تمدن ہندوانہ کی جکڑ بندیاں تھیں۔ جن کی تفصیل آپ سن چکے ہیں۔ دوسرا

سبب تمدن یورپ کی فریفتگی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ حاکم قوم شاہانہ تمدن اختیار کرتی ہے۔ حاکم قوم کے وسائل آمدنی وسیع ہوتے ہیں۔ دولت کی فراوانی کے سبب سے وہ ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان مہیا کر لیتی ہے۔ حاکم قوم دولت کی فراوانی کے باعث اشیاء کی گرانی کو محسوس نہیں کرتی۔ وہ ہر قیمت پر عیش و آرام کو خریدنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ اور اگر غلام اور محکوم قوم عیش و عشرت کے شاہی ساز و سامان خریدنا شروع کر دے۔ اور اپنا تمدن حاکم قوم کے نمونے کا سا بنانا چاہے۔ تو اپنی محدود آمدنی کے باعث یقیناً برباد ہوگی۔ بظاہر اگرچہ وضع و قطع میں حاکم کی نقالی پوری کرینگے لیکن ضروریات کے کما حقہ پوری نہ ہونے کے باعث افسردہ دل رنجیدہ خاطر پریشان خیال نظر آئینگے۔ چنانچہ تعلیم یافتہ ملازمت پیشہ حضرات کو عام طور پر اس مصیبت میں آپ مبتلا پائینگے۔ جو دو سو روپیہ پاتا ہے۔ وہ بھی ضروریات زندگی کے پورا نہ ہونے کے باعث افسردہ دل ہے۔ اور جو پانچ ہزار روپیہ تنخواہ پاتا ہے۔ وہ بھی رنجیدہ خاطر اور مغموم آپ کو نظر آئیگا۔ کیونکہ یہ حضرات معقول تنخواہ پانے کے بعد اگر اپنی وضع و قطع تمدن و معاشرت سابقہ ہندوستانی طریقہ پر رکھتے۔ تو کوئی زیادہ خرچ ان کا نہ ہوتا۔ لیکن یہ

لوگ جوں جوں زیادہ تنخواہ پاتے ہیں۔ یورپین تمدن اختیار کرتے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر بالفرض وائسرائے ہند دو لاکھ ستاون ہزار پانسو سالانہ روپیہ تنخواہ لیتا ہے تو اس کے سفر و حضر کے تمام مصارف مثلاً کوٹھی ہسپتال کا خرچ۔ ملازمین کا خرچ۔ مہمانوں کا خرچ ریلوے سفر کا خرچ اس تنخواہ کے علاوہ شاہی خزانہ سے ادا ہوتے ہیں۔ اور اگر پنجاب۔ مدراس۔ بنگال۔ بمبئی۔ صوبجات متحدہ کے گورنر صاحبان نو دس ہزار روپیہ تنخواہ پاتے ہیں تو ان کے سفر و حضر کے تمام مصارف وائسرائے کی طرح علاوہ اس تنخواہ کے سرکاری خزانہ سے ادا کئے جاتے ہیں۔ اب اگر ایک ہندوستانی افسر ان یورپینوں کا تمدن اختیار کریگا۔ اور ان لندنی افسران بالا کی وضع و قطع خوراک و پوشاک۔ عیش و عشرت کے ساز و سامان مہیا کریگا۔ تو سوائے اس کے کہ تباہ و برباد ہو۔ اور کیا نتیجہ برآمد ہوگا +

اے پنجاب کے معزز دوستو! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے۔ کہ پنجاب کے بعض معزز آدمی جب اس جہان دنیا سے رحلت فرما گئے۔ تو لاکھوں روپیہ کے مقروض ہو کر مرے ہیں۔ حالانکہ وہ ہزاروں روپیہ تنخواہ پاتے تھے۔ میں ایسے حضرات کے نام نہیں لینا چاہتا۔ تاکہ مرنے کے بعد وہ بدنام نہ ہوں۔ کیا اس تباہ حالی کا باعث تمدن یورپ

کی دلدادگی نہیں ہے۔ مثلاً ان کا دل چاہتا ہے۔ کہ جس طرح وائسرائے اور گورنر پنجاب کی کوٹھی ہے۔ ہم بھی کوٹھی ویسی بنوائیں۔ انہیں تو سرکاری ملی ہوئی ہے یہ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے چالیس چالیس پچاس پچاس ہزار روپیہ خرچ کرکے بنواتے ہیں۔ ساری عمر کی کمائی کا معتدبہ حصہ ایک کوٹھی کھا گئی۔ اس کے بعد دل چاہتا ہے۔ جس طرح وائسرائے بہادر اور گورنر صاحب کی کوٹھی میں کاؤچ اور کرسیاں اور میزیں وغیرہ آرائش کے سامان ہیں۔ اس قسم کی آرائش سے ہم بھی اپنی کوٹھی کو سجائیں۔ حالانکہ انہیں سرکاری ملے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی صرف کرکے یہ چیزیں مہیا کرتے ہیں۔ اسی قسم کی فضول خرچیوں کے باعث یہ لوگ بظاہر خوشحال اور اندر بد حال ہو جاتے ہیں۔ اس مشکل کا حل یہی ہے کہ یورپین تمدن کے تکلفات سے آدمی باز آئے۔ اور ہندوستانی سادہ تمدن کو اختیار کرے۔ مثلاً یورپین تمدن میں چھری کانٹے سے میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھایا جاتا ہے۔ میز پر سفید میز پوش بچھایا جاتا ہے۔ اور ہر ایک کھانے والے کے لئے ایک سفید رومال رانوں پر بچھانے کے لئے رکھا جاتا ہے۔ اگر ایک گھر کے دس آدمی بیک وقت کھانا کھانا چاہیں۔ تو دس چھریاں۔ دس کانٹے دس کرسیاں۔ دس چھوٹے رومال۔ ڈیڑھ دو سو روپیہ

کی ایک میز اور ایک سفید چادر میز پوش چاہیئے۔ اس کے مقابلہ میں اگر ہندوستانی طریقہ پر کھانا چاہیں۔ تو دری پر بیٹھ کر ایک رنگین دسترخوان بچھا کر سب لوگ ہاتھوں سے کھائیں۔ تو آپ اندازہ لگائیں۔ کہ اخراجات میں کتنی کمی ہو سکتی ہے +

ایک اور مثال

فرض کیجئے۔ ایک شخص اپنے دس دوستوں کو چاء کی دعوت کرنا چاہتا ہے۔ ہندوستانی طریقہ پر اگر گھر میں چاء پکا کر انہیں پلائی جائے تو بمشکل ۸ر فی کس اور اگر زیادہ تکلف کریں تو ۱۰ ار ۱۲ ار فی کس خرچ آئیگا۔ اور پھر بھی چاء کا سامان اتنا بچ جائیگا کہ گھر کے سب بال بچے اور نوکر چاکر کھا پی کر سیر ہو جائینگے۔ اب یورپین طریقہ ملاحظہ ہو۔ کہ ہوٹل میں چاء پلائی جائے۔ تو کم از کم دو روپیہ فی کس بل ادا کیا جائے۔ تو جہاں گھر میں ساڑھے سات روپے سے کام چل سکتا تھا۔ وہاں بیس روپیہ خرچ ہؤا۔ اس کے علاوہ جو آدھی تہائی چیزیں بچیں وہ ہوٹل والوں کی نذر ہو گئیں +

تمدّن یورپ کی بدترین چیز

سنیما ہے۔ اس کے دیکھنے سے وقت ضائع۔ روپیہ برباد۔ اخلاق خراب ہوتے ہیں۔ خود منبع تہذیب

و تمدن انگلستان اس سے نالاں ہے۔ ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

مسٹر ہاورڈ وہائٹ ایم۔ اے۔ ایف۔ آر۔ جی۔ ای کا شمار انگلستان میں ابتدائی تعلیم کے ماہرین میں ہے۔ اسکولی چھٹیوں کے موضوع پر ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔ کہ اسکولی تعطیلات کے زمانہ میں لڑکوں کا وقت جہاں اور طریقوں پر برباد ہوتا ہے غذا مفید و صالح نہیں ملتی سونے کو رات میں بہت دیر سے وقت ملتا ہے۔ وہاں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہوتی ہے کہ "اسکولوں کے زمانہ میں تو اکثر صرف انہیں فلموں کے دیکھنے کی اجازت ملتی ہے۔ جو پہلے سے منتخب ہو رہے ہیں۔ لیکن ادھر لڑکے تعطیلات میں گھر پہنچے۔ کہ ادھر ماں باپ نے مارے لاڈ پیار کے ایسے فلموں کے دکھانے کی بھرمار کر دی۔ جو سرتا سر مضر اور ہیجان جذبات کے باعث ہوتے ہیں +

(ماخوذ از ہندو مدراس)

حوالۂ سابق پر حضرت مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر صدق لکھنؤ کا ریویو

یہ وہائٹ صاحب بھی کچھ سادہ لوح معلوم ہوتے ہیں۔ لڑکوں نے اگر سنیما ہاؤس میں جا کر

بھی صرف اصلاحی اور تعلیمی فلمیں دیکھیں۔ تو سینما اور مدرسہ میں آخر فرق ہی کیا رہا؟ اگر "پکچرز" جا کر بھی درس و تدریس کا ماحول قائم رہا۔ تو اس سے تو محفل وعظ میں چلا جانا بھلا۔ جب تک یہ نہ دیکھا جائے کہ اپنی عزت کیسے گنوائی اور دوسروں کی عزت کیسے اُتاری جاتی ہے۔ تجوریوں کے قفل کس صفائی سے توڑے جاتے ہیں۔ ڈاکے کس ڈھٹائی سے ڈالے جاتے ہیں۔ مکان کس "بندرانہ" پھرتی سے پھاندے جاتے ہیں۔ ہر ہر جرم کن کن چالاکیوں سے کیا جا سکتا ہے۔ جذبات جوانی کس طرح قبل از وقت بیدار کئے جا سکتے ہیں۔ عشق و عاشقی کے سبق کس طرح پڑھے جا سکتے ہیں۔ الخ

میرے معزز بھائیو اور بہنو۔ ایک عقلمند انسان کے لئے حوالۂ سابق سینما کی برائی اور اس کے مخرب اخلاق ہونے میں کافی ثبوت ہے۔

ایک ایکٹرس کو پچانوے ہزار روپیہ

۹۵۰۰۰

فلم "اپنا گھر" میں ایک ایکٹرس شانتا اپٹے کو پچانوے ہزار روپیہ اجرت ملی۔

(ماخوذ از سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور ۱۵ مئی ۱۹۴۲ء)

اسی ایکٹرس نے ایک فلم "زمیندار" میں کام کیا ہے۔ جو لاہور میں بنائی گئی ہے۔ اس فلم میں تین ماہ کام کرنے کا معاوضہ اسے پینتیس (۳۵۰۰۰) ہزار روپیہ ملا ہے۔

غور کیجئے۔ کہ جو لوگ ۹۵۰۰۰ روپیہ ایک ایکٹرس کو دے کر فلم تیار کرائینگے۔ وہ خود کتنا کمائینگے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس مالی اور اخلاقی بربادیوں کے مرکز کی طرف لوگوں کو کتنی کشش بڑھ رہی ہے +

لاہور کے سینما اور ان کی آمدنی

لاہور میں کم و بیش ۲۰ سینما ہیں۔ اور پبلک کا آج کل روزانہ اندازاً پچاس ہزار روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اور دیکھنے والی پبلک میں وہ چیزیں پیدا ہونگی۔ جن کا ذکر حضرت مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر "صدق" لکھنؤ کے حوالہ میں آ چکا ہے +

سیلاب فسق

صدق کے مراسلہ نگار خصوصی لاہور سے لکھتے ہیں:۔

"صدق ۱۴۱ میں نینا کا تذکرہ دیکھا۔ اب ایک اور مصیبت کا تذکرہ سنئے۔ لاہور میں تقریباً بیس سینما ہیں ان میں کئی نے ایک "شو" ہر ہفتہ عورتوں کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ سہ پہر کے وقت میں اسے میٹنی شو کہتے ہیں۔ اس کا وقت ۴ بجے سے ۶½ بجے شام تک کا ہوتا ہے۔ عام طور پر اُس وقت مرد گھروں میں نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں سینکڑوں نہیں ہزاروں ہی مسلمان برقع پوش عورتیں

اکیلی یعنی بغیر مردوں کے سینما دیکھنے جاتی ہیں یہ وبا خوفناک حد تک بڑھ گئی ہے۔ گندی سے گندی فلم دیکھنے کے لئے ان پردہ نشینوں کے جمگھٹے ہر طرف نظر آتے ہیں۔ اور جس وقت تماشہ ختم ہوتا ہے عورتوں کا وہ ہجوم سڑکوں پر ہوتا ہے کہ شریف آدمی کے لئے راستہ چلنا دشوار ہوتا ہے اور لاہور کا مسلم پریس ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ اب فرمایئے، اس کے بعد ہمارا یہ کہنے کا منہ کہاں رہ جاتا ہے کہ کانگریس کی جانب مسلمان نوجوانوں کی کشش عورتوں کی بنا پر ہے"

یہ سیلاب فسق جو ہمارے گھروں کے اندر تک پہنچ گیا ہے۔ لاہور ہی تک محدود نہیں۔ چھوٹا بڑا ہر شہر اس کی زد میں آچکا ہے۔ اس فقرہ سے مقصود لاہور کی ذمہ داریوں کو ہلکا کرنا نہیں ہے۔ دوسرے شہروں کو بھی ان کی ذمہ داریوں پر توجہ دلانا ہے۔ جو پردہ نشین ان گندے گندے منظروں کو، ہر ہر حیثیت اور ہر ہر جہت سے جنسی میلانات اور شہوانی تقاضوں کے ابھارنے والے منظروں کو دیکھ دیکھ کر گھر واپس آتی ہونگی، ظاہر ہے ان کے گھر کے اندر کے دن عصمت و شرافت کے خیالات باقی رہ سکتے ہیں! یہ سینمائی حملہ کسی فرع پر نہیں، اصل پر ہے۔ یہ چیز عمارت اخلاق کی بنیاد ہی کو اندر سے کھوکھلا کر ڈالنے والی ہے۔ پنجاب کے مسلمان تو اپنی

غیرت و حمیت کے لئے مشہور رہے ہیں کہاں ان کی غیرت کو بھی بیدار کرنے کے لئے ضرورت ہے کسی خارجی تحریک اور بیرونی تحرک کی ؛ اور شہر لاہور تو مرکز ہے اسلامی اخبارات کا، مذہبی و نیم مذہبی مجلسوں اور انجمنوں کا اور ملی اداروں کا۔ سیلاب فسق کی روک تھام کی پیشوائی، وہ چاہے تو ادنیٰ توجہ و کوشش سے اس کے حصہ میں آ سکتی ہے !

برادران اسلام۔ میرا فرض ہے کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے آپ کو ان چیزوں پر متنبہ کروں۔ جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو قیامت کے دن گرفت ہوگی۔ اس کے بعد آپ جانیں۔ مانیں یا نہ مانیں۔ وما علینا الا البلاغ +

چوتھی عرض

سیاسی راہنماؤں کیلئے صحیح راہ عمل

معزز حضرات یہ نظریہ بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص میں سیاسی راہنمائی کی قابلیت نہیں پائی جاتی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی صحیح راہنمائی کے قابل ہو۔ اسے کسی طریقہ سے منتخب کیا جائے +

ALMARIFAT

لیڈر (راہنما) کے انتخاب کا غلط طریقہ

وہ ہے۔ جو آج کل ہمارے ہاں رائج ہے کہ بعض اوقات امیدوار اپنی برادری کو برادری کا واسطہ دے کر ووٹ لیتا ہے۔ اور برادری اس کی قابلیت اور عدم قابلیت کو نہیں دیکھتی۔ بلکہ وہ لوگ اس بناء پر ووٹ دیتے ہیں۔ کہ یہ ہمارا بھائی ہے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ امیدوار روپیہ خرچ کرکے ووٹ خرید لیتا ہے ووٹ کی قیمت بعض دفعہ ایک دو وقت کا پر تکلف لذیذ کھانا ہی ہوتا ہے۔ بعض دفعہ علاوہ کھانے کے نقد روپیہ بھی دینا پڑتا ہے۔ اس روپیہ کی مقدار ووٹ بیچنے والے کی حیثیت پر ہوتی ہے۔ بعض اوقات پانچ دس روپے۔ بعض اوقات ۴۰۔۵۰ روپے۔ بعض اوقات دو چار سو روپیہ علی ہذا القیاس۔ علاوہ اس کے امیدوار کے خرچ پر مختلف اوقات میں جلسے کرائے جاتے ہیں۔ اور جلسہ کی آرائش کا تمام سامان امیدوار کی گرہ سے ہوتا ہے۔ اس غلط طریقۂ انتخاب سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ قابل آدمی بھی منتخب ہو کر سیاسی پلیٹ فارم پر نہیں آتے۔ ایسے لیڈر اپنی نا قابلیت کے باعث مسلمانوں کے حق میں بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوتے ہیں +

ALMARIFAT

غلط طریقۂ انتخاب کے نقصانات

(۱) روپیہ برباد (۲) وقت ضائع (۳) ووٹروں میں باہمی منافرت (۴) اپنے مدِ مقابل کے امیدوار کو ناقابل ثابت کرنے کے لیئے اس کی عیب چینی (۵) سب سے بڑھ کر بُری یہ چیز ہے۔ کہ ایسے امیدواروں کی اللہ تعالےٰ کوئی مدد نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں کوئی عہدہ مانگ کرلے۔ تو اللہ تعالےٰ اس کی مدد چھوڑ دیتا ہے۔

غور کرنے کا مقام

ہے کہ جس لیڈر کی حمایت اور اعانت اللہ تعالےٰ چھوڑ دے وہ ہمارے لئے کس طرح مفید ہو سکتا ہے۔

برادرانِ اسلام۔ حاصل میری عرضداشت کا یہ ہے کہ لوکل بورڈوں۔ میونسپل کمیٹیوں۔ یا اسمبلیوں کے لئے ممبر منتخب کرنے کا جو طریقہ رائج الوقت ہے۔ وہ خلاف شرع۔ غیر موزوں۔ غیر مفید اور بالکل غلط ہے۔

انتخاب کا صحیح طریقہ

آیئے۔ سیاسی راہنما کے انتخاب کے لئے شاہنشاہ حقیقی عَزّ اسمُہٗ وجَلّ مجدُہٗ کے فرمان واجب الاذعان یعنی قرآن مجید سے دریافت کریں۔ جو طریقہ ہمیں قرآن مجید سمجھائے وہی اصلی صحیح۔ سچا اور انصاف پر مبنی ہوگا۔
تَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ صِدْقاً وَّعَدْلاً۔

بنی اسرائیل کو ایک سیاسی راہنما کی ضرورت ہے

قولہ تعالےٰ - اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْ م بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ -

ترجمہ - تو نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت نہیں دیکھی - جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا - ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دے تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں -

حاصل - اس آیت کا یہ ہے کہ سیاسی راہنما خود اپنے آپ کو پیش نہیں کیا کرتا - بلکہ قوم اسے انتخاب کرتی ہے +

قوم کے نمائندہ (نبی) کا راہنما کو انتخاب کرنا

قولہ تعالےٰ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا

ترجمہ - ان کے نبی نے ان سے کہا - تحقیق اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے -

حاصل - اس آیت کا یہ ہے کہ ساری قوم مل کر یا قوم کی نمائندہ جماعت سیاسی راہنما کا انتخاب کرے +

سرمایہ داروں کا اعتراض کہ غیر سرمایہ دار لیڈر نہیں ہو سکتا

قولہ تعالےٰ - قَالُوْا اَنّٰی یَکُوْنُ لَهُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ -

ترجمہ - انہوں نے کہا یہ ہم پر بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے - اس سے تو سلطنت کے ہم زیادہ حقدار ہیں (کیونکہ) اسے مال میں وسعت نہیں دی گئی (یعنی دولت مند نہیں ہے) -

حاصل - اس آیت کا یہ ہے کہ سرمایہ داروں کی نظر میں

راہنما کے لئے قابلیت کوئی شرط نہیں ہے۔ ان کے ہاں لیڈر کیلئے سرمایہ دار ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آج کل بھی سرمایہ داروں کا یہی نظریہ ہے۔

راہنما کے لئے قابلیت شرط ہے نہ کہ سرمایہ داری

قولہ تعالیٰ۔ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ ترجمہ (نبی نے) کہا تحقیق اللہ نے اسے (طالوت کو) ہی تم پر چن لیا ہے اللہ نے اسے عقل اور بدن میں کشائش دی

حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ نبی نے فرمایا کہ طالوت اگرچہ غریب ہے مگر تمہارا بادشاہ یہی رہیگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تم سب سے زیادہ عقل عطا فرمائی ہے۔ اور ایک قوی ہیکل (بہادر) جوان ہے یعنی راہنما کیلئے سب سے زیادہ عقلمند۔ ہوشیار۔ معاملہ فہم۔ مآل اندیش ہونا ضروری ہے۔ اسکے بعد پھر وہ بہادر ہونا چاہئے کہ جس بات کو صحیح سمجھ لے پھر خدا داد جرأت اور شجاعت کے سبب سے کوہ وقار ہو کر ڈٹ کر میدان میں کھڑا ہو جائے باطل کے لشکر اس کے مقابلہ میں آئیں۔ اور اس کی قوت ارادی کے مضبوط پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں۔ اور آخری فتح کا سہرا اللہ تعالیٰ اس کے سر بندھوائیں۔ وذالك هو الفوز العظيم +

مشورہ

معزز حضرات۔ قرآن مجید کی مذکورۃ الصدر ہدایات کے مطابق لوکل بورڈوں۔ میونسپل کمیٹیوں۔ اسمبلیوں علیٰ ہذا القیاس دوسرے موقعوں پر اپنے نمائندے اور راہنما ایسے انتخاب کریں۔ جو اعلیٰ درجہ کے عقلمند۔ معاملہ فہم۔ مآل اندیش۔ شطرنج سیاست کے کھلاڑی اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو سمجھنے والے ہوں۔ اس

کے ساتھ ہی وہ دلیر۔ بہادر۔ شمع اسلام کے جانباز سپاہی۔ ناموس نبوی کے جان نثار فدائی ہوں۔ پھر دیکھئے اسلام کا بول بالا ہوتا ہے یا نہیں۔

سیاسی راہنماؤں کے لئے راہ عمل

قولہ تعالےٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

ترجمہ۔ اے ایمان والو جب ایک دوسرے سے کان میں بات کرو (یعنی الگ ہو کر بیٹھو) تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی بات نہ کرو۔ اور نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کرو اور خدا سے ڈرو جس کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی راہنما آزاد نہیں ہیں کہ جو چاہیں۔ فیصلہ کریں۔ جدھر چاہیں ووٹ دیں۔ بلکہ وہ اس امر کے پابند ہیں۔ کہ کوئی ایسا فیصلہ نہ ہو۔ جس میں گناہ ہو۔ یا اللہ تعالےٰ کے قانون کی حدود سے تجاوز ہو۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہو۔ ان کا فرض ہے کہ ایسے فیصلے کریں جن میں نیکی اور پرہیزگاری پائی جائے۔ جس خدا تعالےٰ نے انہیں یہ عزت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ اس سے ڈرتے رہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

نوٹ:۔ رسائل کا سیٹ مجلد ہے جس کا ہدیہ معہ محصول ڈاک تین روپیہ ہے۔